دیدۂ تر

Amjad Rafiq

اکرم اعوان

اپنے شعروں میں بسانے کی جسارت کرلوں
میں تجھے تجھ سے چرانے کی جسارت کرلوں

ہے غنیمت یہ ملاقات دم خواب سہی
دل جو چاہے وہ بتانے کی جسارت کرلوں

آج کی شب نہ ملے بھر کبھی برسوں شاید
آج انہیں پاس بلانے کی جسارت کر لوں

بعد مدت کے لگا چاند قریب آیا ہے
کیا ترا نام بتانے کی جسارت کرلوں

اپنا سرمایہ ہے بس ایک ادھوری خواہش
کیا ترے نام لگانے کی جسارت کرلوں

دل تو الجھا ہے تری ذات میں سیماب مرا
کیا کبھی ہاتھ بڑھانے کی جسارت کرلوں

انتساب

اللہ کے اس بندے

کے نام

جس نے مجھے جینا سکھایا

فہرست

1- دیباچہ ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

2- نعت

3- گو تڑپ کر ہجر میں مر جائیں گے

4- چاند کا ملنا اگر موقوف ہو گا رات پر

5- آپ جلایا دل کو میرے شمع جلائی جیسے ہو

6- ٹوٹی ستار لیکر حیران جا رہا ہے

7- درد کا رشتہ ہے عجب رکھتا ہے جوڑ کر ہمیں

8- چاہت تو اک جہان ہے پر شیخ جان کر

9- تری دوستی نے آخر مجھے یہ صلہ دیا ہے

10- کب زمانہ بھی درِ یار پہ جانے دے گا

11- چراغِ دِل کو لئے مدتوں تلاش کیا

12- تیرا جانا یوں بظاہر تو بڑی بات نہ تھی

13- کیا خبر ان کو جو بس موسم گل میں آئیں

14- لگایا جو دِل ان سے تب بات سمجھے

15- عرصہ رہے اسیر فسون انانیت

16- بات کرتے ہیں ہم زمانے کی
17- تار نفس نے باندھ کے رکھی ہے زندگی
18- جنگل کا خوش رنگ گوشہ ہے میں ہوں میری تنہائی ہے
19- اکارت گئی سب بھلانے کی کوشش
20- تیرے جمال کی جھلک دل میں اتر گئی تو ہے
21- اپنا ہی کیا آتا ہے ہر ایک کے آگے
22- گذری شب کے وہ دل نشیں لمحے
23- پھر جاگ اٹھی ہے آج وہی آرزوئے وصل
24- ہم نے بھی محبت کی تھی کبھی ہم نے بھی کسی کو چاہا تھا
25- جو ہم نے چھپا کر رکھی تھی اس بات کے چرچے عام ہوئے
26- پہلو میں بہت ہنگامہ تھا دل میں اک دنیا بستی تھی
27- سنتے ہیں لوگ لائے گئے ہیں جہان میں
28- اپنے شعروں میں بسانے کی جسارت کر لوں
29- کرتے رہے عشاق غم دل کا مداوا
30- دے سکا شہر نہ شب بھر کا ٹھکانہ جن کو
31- کون ڈھونڈے گا ترے غم کا علاج
32- ترے در پہ حاضر ہیں پھر تیرے بندے
33- ہے رواں پھر آج تو سوئے حرم
34- محبت کے تیری انوکھے فسانے
35- الوداع اے ماہ رمضان الوداع
36- اپنا فسانہ بس اتنا تھا نام سے تیرے شروع ہوا

-37 مر مر کے جی رہے ہیں وہ جب سے خزاں ہوئی

-38 موسموں کا مدار ہے دِل پر

-39 زندگی کے اداس لمحوں میں

-40 میری بیماری کے باعث دیکھ لے......

-41 کہنے کو غزل کہتے پر کہہ نہ سکے کچھ بھی

-42 ہم نے غزل لکھی ہے تو یہ کس نے کہہ دیا

-43 تیرا کرم بھی تیرا کرم ہے میری طلب بھی بڑھتی جائے

-44 دل کا اب کچھ حال عجب ہے خوش ہے یا بیزار ہے یہ

-45 یہ حسن بھلا خاک فقیروں کے یہاں ہے

-46 اے دل ناداں سنبھل خود کو بچا

-47 کٹ رہی ہے زندگی تیرے بغیر

-48 یوں ضد نہ کرو سمجھا کرو بات مری جاں

-49 ہم خود کو خطا کار سمجھ بیٹھے تھے لیکن

-50 مت دھراؤ گذری باتیں جو بھی گذرا گذر گیا

-51 نقد جاں ہے فقط تری خاطر

-52 شیشے میں کاش انہیں ڈھب سے اتارا ہوتا

-53 ملے جلے حالات ہیں اپنے ملی جلی ہر بات

-54 اے فریب حسن! یہ کیا کم کرشمہ تھا تیرا

-55 آ اسے یاد کریں اس کی جفا یاد کریں

-56 اپنے محبوب کی الفت کا تقاضا یہ ہے

-57 دوست دیکھے ہیں جہاں میں بے شمار

58- میری بیماری کے باعث دیکھ لے

59- اٹھو نوجوانو! زمیں کو ہلا دو

60- اپنے بس میں نہیں ہے کچھ بھی تو

61- دل ہیلے میں کتنی ہیریں بیٹھی کریں سنگھار

62- کچھ حسن بھلا خاک فقیروں کے یہاں ہے

63- عمر ساری ہار دی جن کے لیے

64- اب یہاں ضرب کلیمی چاہیئے

65- ذات میری ہے پر لگے ایسا

66- زندگی کے خواب میں زندہ ہیں ہجر

67- تو نے جانے ہی کی ٹھانی ہے اگر

68- ہم غزل کو پیار بھی کرنے لگے

69- بکھرے خوابوں کا اک جنگل

70- فضا میں بجلیاں سی کوندتی ہیں

71- ہم تو سو جائیں گے لیکن یاد رکھنا دوستو!

72- اپنے شعروں میں بسانے کی جسارت کرلوں

73- جان تم پر نثار کرتے ہیں

74- لیکن تھی کچھ وجہ نرالی

75- کریں ایک سجدہ کئے عمر ساری

6 آج کی دنیا میں وہ بدنام ہے

دیدہ ور

حضرت ملک محمد اکرم اعوان اپنی فطرت میں ایک بلند پایہ لیڈر ہیں۔ ان کی شاعری ان کے اس وصف کا عکس ہے۔ برعکس بھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاعری ان کا ایک الہامی مشغلہ ہے' ھی ہے۔ ان کی پوری زندگی ایک روحانی واردات کی طرح گزر رہی ہے۔ تخلیقی واردات بھی روحانی واردات ہوتی ہے۔ اس کے باوجود کبھی کبھی لگتا ہے کہ یہ واردات میں مشترک اثرات رکھتے ہوئے بھی مختلف کیفیات رکھتی ہیں۔ لگتا ہے جیسے کوئی اور آدمی ان کے اندر بیٹھ کر شاعری کرتا ہے مگر پھر ان کے باہر نکل کر شعر کہنے لگتا ہے۔ وہ گفتگو کرتے ہیں تو کوئی جانی پہچانی آرزو ان کے لفظوں کی آنکھوں میں رقص کرتی ہے۔ یہ رقص جب رقص نیم بسمل بنتا ہے تو شاعری بن جاتی ہے۔ ملک صاحب کی پر کشش اور پر اسرار شخصیت پر جلال بھی ہے۔ ایسے میں سوز و گداز بھی ایک راز کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ وہ خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہیں تو جیسے اس جہان کے اندر ایک اور جہان تعمیر کر رہے ہوں وہ تصور کو تصویر کرتے ہیں مگر جیسے تصویر کو بھی بیان کر رہے ہوں جیسے تقدیر بیان کر رہے ہوں۔ بیقراریوں اور سرشاریوں کی سب جھلکیاں ان کی شاعری میں جھلملاتی نہیں۔۔۔ چھب دکھا کر چلی جاتی ہیں۔

مولانا حسرت دونوں دریاؤں کے کنارے کنارے چلتے چلتے رہے۔ ایک دریا میں ڈوب کے دوسرے دریا میں جانکتے رہے۔ مگر دونوں پانیوں سے الگ الگ سیراب ہوئے۔ ملک صاحب کے لئے یہ کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ وہ کئی زندگیاں گزار رہے ہیں اور کئی دریا ان کی ذات میں ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ ان سے ہر بار مل کے انہیں سن کے محسوس ہوتا ہے کہ

ایک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

مجھے لگتا ہے کہ جب وہ شاعری کرتے ہیں تو کچھ اور ہوتے ہیں۔ اس کچھ اور میں بھی بہت کچھ ہے۔ جب میں ان کے لئے سوچتا ہوں تو کچھ اور سوچنے لگ جاتا ہوں۔ وہ کچھ اور ہی انسان ہیں۔ کچھ اور ہی شاعر ہیں۔

ان کے لئے روایتی طریقے سے بات کرنا بے ادبی تو ہے ایک غیر ادبی حرکت بھی ہے۔ ان کی شاعری میں کبھی کبھی ان لمحوں کی آہٹ سنائی دیتی ہے جو راستوں کی طرح ان کی زندگی میں بچھے ہوئے ہیں۔ یہ آہٹ کبھی گنگناہٹ بنتی ہے کبھی جگمگاہٹ بنتی ہے۔ ہر طرح کے جمال کا دائرہ چھوٹا بڑا ہوتا رہتا ہے۔ جلال و کمال اور شان و شکوہ جو ان کی بلند و بالا شخصیت کا شعار ہے۔ ابھی کم کم شاعری بنتا ہے۔ یہ شاعری پورا چاند بنی تو اس کی روشنیاں ان دیکھی دنیاؤں کو بھی فتح کر لیں گی۔

اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں۔ یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کے لئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے۔ شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں۔ لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں۔ مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں۔ ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے۔ ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے۔ پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔

اپنے نئے شعری مجموعے کا نام انہوں نے دیدہ تر رکھا ہے۔ بھیگی ہوئی آنکھوں سے کسی منظر کو دیکھا جائے تو وہ بدل جاتا ہے۔ ملک صاحب منظروں کو بدل دینا چاہتے ہیں۔ وہ زندگی کو بدل دینا چاہتے ہیں۔ ایک اور زندگی' یہی سوہنی زندگی' جو ملک صاحب گزار رہے ہیں۔ ان کی شاعری ایک اور طرح کے جذبے اور سلیقے سے پڑھی جانے والی شاعری ہے۔ یہ اعلیٰ شاعری ہے کہ یہ ان کی شاعری ہے۔ ہزاروں سال رونے والی نرگس کے اضطراب اور انتظار کی خوشبو الا ملا کے اپنے ٹوٹے پھوٹے دل میں بھر بھر کے اس دیدہ ور کو دیدہ تر سے دیکھیں۔ دیکھتے رہیں' ان کی باتیں سنیں پھر ان سے ان کی شاعری سنیں اور پھر یہ شاعری پڑھیں۔ ایک ایسا خواب ہے کہ اضطراب اور انقلاب کا فرق مٹ جائے۔

مل کے بیٹھے ہیں کریں آج نچھاور دل کو
آؤ اس در پہ کبھی خود سے ملاقات کریں

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

نعت

آؤ اس رحمت عالم کی کوئی بات کریں
آج ہم عشق نبیؐ میں یہ بسر رات کریں

مل کے بیٹھے ہیں کریں آج نچھاور دل کو
آؤ اس در پہ کبھی خود سے ملاقات کریں

باتیں اس گل کی کریں ذکر رُخ یار کریں
جس کی تعریف نباتات' جمادات کریں

اپنے محبوب کی الفت کا تقاضا یہ ہے
بزم دنیا میں بیاں اس کی حکایات کریں

ہے گھٹن اور بڑا سخت اندھیرا پھر سے
روشنی پھیلے بیاں اس کی روایات کریں

دل سیماب میں دیکھو تو چمک ہے اس کی
کیوں زمانے پہ نہ ہم اس کی ہی برسات کریں

گو تڑپ کر ہجر میں مر جائیں گے
یاد ان کو بھی کبھی ہم آئیں گے

ہم بہار گلفشاں کی آس پر
نام ویرانوں میں بھی کر جائیں گے

شہر سے اپنی غرض ہے اس قدر
تیرے گھر کے سامنے سے جائیں گے

یہ گماں تو آسماں تک کو نہ تھا
بزم سے تیری نکالے جائیں گے

دور ہیں پر گھر تو ان کا دل میں ہے
ایک دن آخر پلٹ کر آئیں گے

کر گئے ویران دل کو دیس کو
خواب کی دنیا بسانے آئیں گے

ہوش تک چھینا تھا موسم نے کبھی
کیا پلٹ کر وہ زمانے آئیں گے

لوگ کہتے ہیں ہمیں جن کا فقیر
وہ ہمیں کیا آزمانے آئیں گے

نیند تک آنکھوں سے لی جس نے چرا
کیا ہمیں وہ اب سلانے آئیں گے

دیکھنا سیماب روزِ حشر بھی
نام سے ان کے ہی جانے جائیں گے

(لاہور سے دارالعرفان آتے ہوئے)

چاند کا ملنا اگر موقوف ہو گا رات پر
اپنے دن راتوں پہ ہم قربان کرتے جائیں گے

عمر ساری کاٹ دی راہوں پہ مانند گدا
وہ کبھی گزریں گے تو احسان کرتے جائیں گے

دل کی بستی کو بسایا ہے عجب امید پر
اک نظر ڈالیں گے وہ ویران کرتے جائیں گے

ہم نے دردِ عشق پایا زندگی کو ہار کر
اس کو ہم بزمِ جہاں میں دان کرتے جائیں گے

شمع جل اٹھے تو پروانوں کو آکر دیکھنا
موت کا اپنی وہ خود سامان کرتے جائیں گے

خون بہہ کر بھی لکھے گا نام تیرا خاک پر
اپنے ہی قاتل کو ہم حیران کرتے جائیں گے

اک نظر سیماب جی ہو جائے اپنے حال پر
عمر بھر ہم اس عطا پہ مان کرتے جائیں گے

آپ جلایا دل کو میرے شمع جلائی جیسے ہو
اپنے ہاتھ سے آگ لگا کر اب کہتے ہیں کیسے ہو؟

دل دیوانہ سوچ نہ جانے آرزوؤں میں الجھا ہے
پہلے تو کہتا ہے یوں ہو، پھر کہتا ہے ایسے ہو؟

اپنی آنکھیں، آنسو اپنے، ٹپکیں اپنے دامن پر
کوئی بتائے دُکھ کی میرے خبر کسی کو کیسے ہو؟

دل جلتا ہے لیکن اس میں تیرے نام کی ٹھنڈک ہے
کیا عالم ہے آگ کے اندر اک خنکی سی جیسے ہو؟

ہم دیوانے حال نہ پوچھو دُکھ سکھ سے آزاد ہوئے
ہم تو موج میں ہی رہتے ہیں اپنی سناؤ کیسے ہو؟

آرزوؤں کا شہر تھا یہ دل روشن روشن گلیاں تھیں
جب سے بچھڑے یوں لگتا ہے اک ویرانہ جیسے ہو؟

تیرے ملنے سے ہم سمجھے ساری خوشیاں اپنی ہیں
ساتھ ترے یوں کھویا سب کچھ کبھی نہ پایا جیسے ہو؟

ڈھلتی رات کے چاند نے اک شب ہم کو بیٹھے دیکھا تھا
جنگل کا وہ روشن لمحہ دل میں اٹکا جیسے ہو؟

چھوڑو اب سیماب کی باتیں گزری بات کو جانے دو
برسوں کی ہے بات پرانی بھولی بسری جیسے ہو؟

ٹوٹی ستار لے کر حیران جا رہا ہے
محفل سے آج شب کا مہمان جا رہا ہے

آیا تھا انجمن میں کہنے کو حال دل کا
لیکن لٹا کے دل کے ارمان جا رہا ہے

دیکھو چلے ہیں کیسے ہم دار کی طرف اب
یوں سوئے تخت جیسے سلطان جا رہا ہے

کچھ تو پرانے خط ہیں، تصویر بھی ہے تیری
سجنے کو اپنے گھر میں سامان جا رہا ہے

ہیں اپنے حال دل پر خاموش شہر والے
اٹھنے کو پھر نیا اک طوفان جا رہا ہے

سنتا ہوں محتسب نے میری سزا بڑھا دی
کرنے کو عشق پر جو احسان جا رہا ہے

آ جاؤ موسموں میں آجائے گا نیا پن
ورنہ گلوں کا موسم ویران جا رہا ہے

بدلا ہے اس طرح سے سیماب آج کل کچھ
لگتا ہے توڑنے وہ پیمان جا رہا ہے

درد

درد کا رشتہ ہے عجب رکھتا ہے جوڑ کر ہمیں
میری وفا بھی درد ہے تیری جفا بھی درد ہے

یاد خدا کا ہے اثر دل کا سکون ہے ضرور
ہو جائے گر نصیب یہ اس کا صلہ بھی درد ہے

آنکھوں میں درد بس گیا باتوں میں ایک درد ہے
دست سوال میں ہے درد لغزش پا بھی درد ہے

دھڑکنوں سے دل کی ہے زندگی رواں دواں
حق ہے مگر یہ بات بھی دل کی ضیا بھی درد ہے

درد ہے درد کی دوا' درد ہے درد کا علاج
اس سے ملے شفا اگر اس کی شفا بھی درد ہے

صدمے ہزار دے گئی کوچے میں تیرے لے گئی
جس کے اسیر ہم ہوئے وہ صدا بھی درد ہے

اے دل کہیں سے ڈھونڈ لے مرد فقیر کو ذرا
قوم کو جو وہ دے سکے اس کی دوا بھی درد ہے

دوست

چاہت تو اک جہان ہے پر شیخ جان کر
چاہا نہ تھا کسی نے مجھے یوں بنا کے دوست

رکھتا ہے میرے زخم پہ مرہم وہ پیار سے
دل کی لگی کو اپنی وہ سب سے چھپا کے دوست

برسوں کی فرقتوں نے بھی چھینی نہ اس کی یاد
وہ لمحے دل میں نقش ہیں دیکھے تو آ کے دوست

اٹھتی نظر ہے در کی طرف تیرے بار بار
شاید کبھی تو پوچھ لے ہم سے بلا کے دوست

شاید کبھی گزر ہو تمہارا بھی اس طرف
رکھتے ہیں اک چراغ سا دل میں جلا کے دوست

کار جہاں کی فکر ستائے گی کب ہمیں
بیٹھے ہیں بزم یار کو دل میں سجا کے دوست

آئی قضا بھی تو ہمیں مصروف پائے گی
ہم بات کرتے رہتے ہیں دل میں بلا کے دوست

ذوق طلب مچل اٹھا جیسے ہو تو قریب
کچھ کہہ رہے ہیں کان میں جھونکے ہوا کے دوست

اس کو ملے رقیب بھی محبوب کی طرح
رکھا فقیر جس نے بھی تجھ کو بنا کے دوست

تری دوستی نے آخر مجھے یہ صلہ دیا ہے
کبھی تھا میں جان محفل مجھے در بدر کیا ہے

مرا دل کہ اک چمن تھا جو بہار آشنا تھا
تری دوستی نے شعلہ سا کوئی دکھا دیا ہے

ترا چہرہ بس گیا ہے میرے دل کی دھڑکنوں میں
تری ذات کو مرا دل کہیں اور ڈھونڈتا ہے

تجھے بھی خبر تو ہو گی کہ میں جب بھی دل میں جھانکوں
وہ جو میرا اپنا دل تھا ترا نقش بن گیا ہے

غم عاشقی سلامت یہ غضب کا فتنہ گر ہے
مری آرزو چرا لی مرا دل بدل دیا ہے

کبھی شہر آرزو تھا کبھی اک جہان دل تھا
گری برق اس پہ ایسی کہ یہ شعلہ جل بجھا ہے

کہیں ڈھونڈ لے گا آخر ترا نقش پا جہاں میں
اسی آرزو میں گھر سے تری سمت چل دیا ہے

(سیالکوٹ سے گجرات آتے ہوئے)

کب زمانہ بھی در یار پہ جانے دے گا
ہم جہاں پر ہوں وہیں بزم سجا لیتے ہیں

دل کی دنیا میں سجا کر تری یادوں کے گلاب
غم فرقت کا اثر اور بڑھا لیتے ہیں

جن سے امید کرم پر تھا ہمیں ناز بہت
وہی قاتل تھے مگر ان کو دعا دیتے ہیں

آنکھ بیمار محبت کی کھلے تو اس کو
دے کے وعدے کی دوا آپ سلا دیتے ہیں

فکر کیا ان کو جو دل یاد سے زندہ کر لیں
وہ تو محبوب کو سینے میں بسا لیتے ہیں

ہم بھی کیا سادہ ہیں ہر چہرے میں دیکھیں ان کو
اور وہ عیار ہیں ہر بار دغا دیتے ہیں

وہ تو قاتل ہے دل زار کا اپنے سیماب
ہم بھی قاتل ہی سے جینے کی دوا لیتے ہیں

چراغ دل کو لئے مدتوں تلاش کیا
وہ ایک فرد کہ دل کو تھی آرزو جس کی

چمن کی گود میں کتنے ہی پھول دیکھے ہیں
مگر نہ وہ ملا دل کو تھی جستجو جس کی

چمن چمن پھرے ہم وہ نظر نہیں آیا
ہر اک چمن کو بسائے ہوئے تھی بو جس کی

کہا تھا دل نے کہیں پاس ہی وہ بستا ہے
طلب پھراتی رہی ہم کو کو بکو جس کی

دہل کے رہ گیا دل اور نظر پھٹی کی پھٹی
مرے قریب تھا وہ' فاصلے تھے خو جس کی

مگر نہ میرے لئے' میری آرزو کے لئے
وہ اور تھا کوئی اس کو تھی جستجو جس کی

تڑپ کے رہ گیا وہ دل جو عمر ہار چکا
کرن وہ بجھ گئی تھی زندگی نمو جس کی

پھر ایک دن تو عجب حادثہ ہوا سیماب
تھا روبرو وہی دل کو تھی آرزو جس کی

تیرا جانا یوں بظاہر تو بڑی بات نہ تھی
سانحہ ایسا ہے جو سنگ جفا مار گیا

ہم سمجھ بیٹھے تجھے عشق مجسم ہمدم
تو مگر کتنی بہ آسانی ہمیں ہار گیا

کوئی مجنوں کی طرح دیکھا نہ صحراؤں میں
طلب لیلیٰ میں جو جان حزیں ہار گیا

غم ہجر بھی اک مرگ مسلسل بے شک
تیرا اسطرح بدل جانا ہمیں مار گیا

پہلے نا آشنا تھے اپنے شب و روز یہاں
تھا وہ امید کا دامن کہ جو اس بار گیا

تو نے کیا در ہی بدل چھوڑا ہے اپنے گھر کا
ورنہ اس جا پہ دل زار کئی بار گیا

رت زمانے کی بدل جاتی ہے اکثر سیماب
دیکھا موسم جو یقیں کا تھا' اسی بار گیا

(جہاز میں کوئٹہ سے کراچی جاتے ہوئے)

کیا خبر ان کو جو بس موسم گل میں آئیں
دھول اڑا کرتی ہے گلشن میں خزاں سے کیسے

آ کبھی دیکھ فقیروں کی جدائی کا سماں
بزم تو بزم ہے جاتے ہیں جہاں سے کیسے

کیا بتاؤں میں ترے حسن کی تاثیر تجھے
رک سا جاتا ہے زماں اس کے بیاں سے کیسے

ہم بھلا دیں گے تجھے تیری ہی خاطر دلبر
مٹ ہی جائیں گے مگر اپنے جہاں سے کیسے

یوں تڑپنا ترا سیماب کہ دل جلتا ہے
تازہ بچھڑا ہو کوئی کوئے بتاں سے جیسے

(دار العرفان)

"گھر بنانے کی شے"

لگایا جو دل ان سے تب بات سمجھے
بھلا دل بھی کوئی لگانے کی شے ہے

یہ جنس گراں مایہ جگ سے چھپا لو
چھپا لو، چھپا لو چھپانے کی شے ہے

اگر بن گیا ہے تو رشتہ نہ ٹوٹے
کہ الفت کا رشتہ بڑھانے کی شے ہے

بنے دل کا چرکہ جو چاک گریباں
یہ چاک گریباں دکھانے کی شے ہے

کہاں اس نگر میں خرد کا گزر ہو
گزر کر خرد سے یہ جانے کی شے ہے

نہ ٹوٹے اگر دل تو وہ دل نہیں ہے
کہ یہ توڑ ہی کر بنانے کی شے ہے

سکھاتا ہے شاہوں کو طرز گدائی
فقیروں کو سلطاں بنانے کی شے ہے

اگر وہ خفا ہیں تو دل پیش کیجے
یہ روٹھے ہوؤں کو منانے کی شے ہے

دو عالم میں چلتا ہے سکہ اسی کا
یہ ناداں بہت کام آنے کی شے ہے

جہاں بھر کے دکھ اس میں بستے ہیں بے شک
مگر پھر بھی یہ گھر بنانے کی شے ہے

رکھو اس کو سینے میں سیماب دل ہے
کہ یہ ہاتھ سے چھوٹ جانے کی شے ہے

خیال یار

عرصہ رہے اسیر فسون انانیت
لیکن جنون عشق نے دانا بنا دیا

کھلتے ہیں پھول آس کے رنگ خزاں بھی ہے
اک آرزو نے دل میں ہے کیا کیا بسا دیا

ہم تو چلے تھے دل کو بنانے حریم رب
لیکن خیال یار نے ڈیرہ جما دیا

دیکھے گا طور جلتے ہیں ہر سمت آج بھی
آنکھوں پہ اک حجاب ہے جس نے اٹھا دیا

ہم کو حجاب کیا کوئی روکے گا دید سے
دل کو ہے تیری یاد سے شیشہ بنا دیا

دیکھے ہیں پارسا بھی بنے رند بادہ خوار
ذوق جمال نے جسے جرعہ پلا دیا

کہتے ہیں خوش مزاج تھا سیماب بھی کبھی
رنج و الم نے اس کو بھی پتھر بنا دیا

(بریڈفورڈ)

بات کرتے ہیں ہم زمانے کی
نام ان کا لبوں پہ آتا ہے

عقل حیراں ہے اس تماشے پر
سر محفل جو دل دکھاتا ہے

نام لیتا ہے جب کوئی ان کا
دامن صبر چھوٹ جاتا ہے

قتل کرتے ہیں وہ نگاہوں سے
یہ سلیقہ انہیں کو آتا ہے

مانگ لیں گے تمہیں بھی ہم اس سے
ساری دنیا کا وہ ہی داتا ہے

دل ہے مصروف یاد میں ان کی
بھولتا خود کو بھی یہ جاتا ہے

راہ میں بیٹھے ہیں تری خاطر
کیا غرض کون آتا جاتا ہے

خود تو ناصح ہے بے خبر ان سے
کیا نصیحت ہمیں سناتا ہے

تم ہی سیماب عشق کر بیٹھے
کوئی ایسے بھی دکھ اٹھاتا ہے!

تار نفس نے باندھ کے رکھی ہے زندگی
کیا ہم کہیں کسی سے کہ ہیں جاں نثار ہم

قطرہ برس کے بحر میں ہرگز فنا نہیں
مٹ جائیں در پہ تیرے تو پائیں قرار ہم

اپنا تو دین بھی یہی دنیا بھی تجھ سے ہے
اب دو جہاں سے کس طرح پائیں فرار ہم

جاؤ ضرور روکنے کی تاب ہے کسے
ہاں ،حشر تک کریں گے ترا انتظار ہم

ٹھہری یہی ہے شرط ملن کی تو ٹھیک ہے
اٹھ کے چلے ہیں در سے ترے سوئے دار ہم

اپنا ہی دل تھا زیست میں کھاتا رہا فریب
کیا خاک اس پہ اب کریں گے اعتبار ہم

آ جاؤ اب فقیر بہت بار کہہ چکے
یہ ایک بات تم سے کہیں کتنی بار ہم

تنہائی کے ساتھ

جنگل کا خوش رنگ گوشہ ہے میں ہوں' میری تنہائی ہے
دل دروازے پر ہے دستک یاد تمھاری آئی ہے

ہر سو رنگ بہار اترا ہے دامن کوہ سے چوٹی تک
ہریالی نے بوٹا بوٹا اک پوشاک بنائی ہے

چھوٹی چھوٹی ندیوں میں یوں خم ہیں تیری زلفوں کے
بہتا ہے جو پانی دیکھو یہ بھی تو ہر جائی ہے

ننھے ننھے گھاس کے تنکے کھڑے ہیں پھول اٹھا کر یوں
تیرے یاں آنے کی جیسے کسی نے آس دلائی ہے

ٹپ ٹپ کرتی ننھی بوندیں تن میں آگ لگاتی ہیں
ہر جانب جنگل کے اوپر خوب گھٹا سی چھائی ہے

چھوٹے بڑے پہاڑی تودے رنگ برنگی مٹی کے
اپنے سروں پہ سخت چٹانوں کی جھالر بنوائی ہے

جس گوشے کو دیکھو لگتا ہے وہ راہیں تکتا ہو
ہم دونوں کی خاطر جیسے گود اس نے پھیلائی ہے

مدہم مدہم روشنیاں ہیں جیسے نور کا تڑکا ہو
گھڑی کو دیکھیں تو کہتی ہے شب ہونے کو آئی ہے

پیارے پیارے ہوا کے جھونکے آوارہ سے پھرتے ہیں
مستی بھری ہے خوشبو ان میں کہیں سے اڑ کر آئی ہے

کاش کبھی سیماب بھی آئے تو میں اس کو دکھلاؤں
دل والوں کی خاطر رب نے کیسی جگہ بنائی ہے

یاد کی کٹیا

اکارت گئی سب بھلانے کی کوشش
تمہی یاد آئے' بہت یاد آئے

بھلاتا ہے کار جہاں یاد رب کی
مگر تیری یادیں نہ کوئی بھلائے

گھٹا آسماں پر فضاؤں میں خنکی
نظر آتے ہیں گرتی بوندوں کے سائے

ہر اک پتے کے ہاتھ پر ایک موتی
کرن اس میں سمٹی ہوئی دیکھ پائے

ہر اک شاخ ڈھل کر چمک سی رہی ہے
ہر اک پھول خوشیوں کے موتی لٹائے

ہر اک غنچہ ہے پھول بننے کا طالب
کلی کو طلب کوئی غنچہ بنائے

پرندوں نے میلہ سجایا ہے بن میں
کوئی اڑ کے جائے کوئی اڑ کے آئے

مچلتا ہے سورج بھی موسم ہے ایسا ہے
کبھی دور جائے کبھی پاس آئے

یہ کافر رتیں دل کی دشمن ہوئی ہیں
کہ ان میں بسیں، تیری یادوں کے سائے

دل زار بیٹھا ہے سیماب دیکھو
تری یاد کو اپنی کٹیا بنائے

تیرے جمال کی جھلک دل میں اتر گئی تو ہے
اتری ہو عرش سے کہیں غنچے میں جیسے بو لگا

باتیں ہزار ہیں مگر محور سبھی کا ایک ہے
ہرگز نہ تھا نظر میں وہ لیکن وہ روبرو لگا

تیر نظر تو خوش رہے تیرا خدا بھلا کرے
لگنا تو دل پہ تھا تجھے لیکن تو ہو بہو لگا

دل کی تڑپ کا کیا کہوں، کس سے کہوں؟ گلا کروں
دیکھا جو دل میں جھانک کر اس کا سبب ہی تو لگا

دل زار تو بکھر گیا کہ یہ پہلے سے چور چور تھا
چمکا ہو جیسے ٹوٹ کر مجھ کو وہ خوبرو لگا

سیماب پر پڑی کرن جگ میں وہ یوں بکھر گئی
پھیلا ہو نور صبح کا یوں جیسے کو بکو لگا

(آواری ہوٹل۔ لاہور)

اپنا ہی کیا آتا ہے ہر ایک کے آگے
ہم ہی تو بڑھے دوست اسے دیکھ کے آگے

میدان میں تدبیر کے استاد تھے ہم بھی
لیکن نہ چلا داؤ کوئی لیکھ کے آگے

پائی نہ کوئی خوبی ہم نے تو اس میں
کھنچتے نہیں خط ہی کوئی ریکھ کے آگے

اک قبر مری کچی، سر راہ بنی ہو
گزریں گے کبھی تو وہ اسے دیکھ کے آگے

بچھڑے ہیں وہی لوگ نہیں دیکھ سکے جو
گزرا نہ کبھی کوئی تجھے دیکھ کے آگے

ہے کیف محبت یا کوئی عقل کا دشمن
بڑھتا نہیں کوئی بھی کبھی دیکھ کے آگے

سیماب جو ٹوٹا تو نہ سمٹے گا وہ پھر سے
کم ہاتھ بڑھانا اسے اب دیکھ کے آگے

(گوجرانوالہ)

گزری شب کے وہ دل نشیں لمحے
جاگی آنکھوں کے خواب لگتے ہیں

جانتا ہوں کہ جھوٹ ہے وعدہ
میٹھے سُر بھی سراب لگتے ہیں

ماہ کامل ہے آسمانوں پر
بزم میں یوں جناب لگتے ہیں

پتے پتے میں داستاں اپنی
ننھے پتے کتاب لگتے ہیں

جنگلوں میں کھلے ہیں گل کیا کیا
اپنا عہد شباب لگتے ہیں

شب ہجراں کے دکھ بھرے لمحے
جیسے یوم حساب لگتے ہیں

باتیں ان کی رچی ہیں یادوں میں
غم کے لمحے عذاب لگتے ہیں

بات ان کی فقیر کرتا ہوں
لفظ سارے ثواب لگتے ہیں

(دارالعرفان)

پھر جاگ اٹھی ہے آج وہی آرزوئے وصل
آئے تھے خواب میں وہ مگر کام کر گئے

وہ جذبہ ہائے عشق مقدس تو تھے مگر
ظاہر ہوئے تو دہر میں بدنام کر گئے

کی بات تیرے حسن کی ہم نے گلی گلی
کرنے کو اس جہاں میں بڑا کام کر گئے

ہم کیا کسی کو پیار کی آنکھوں سے دیکھتے
نظریں ہی تیری بزم کے جب نام کر گئے

کس آبرو کا واسطہ دیتے ہو ہم نشیں
ان کی گلی میں ہم جسے نیلام کر گئے

شیرینیٔ جمال فضاؤں میں رچ گئی
وہ عشق کے مرض کو بڑا عام کر گئے

اٹھے جو تیری بزم سے وہ لوگ کھو گئے
خود کو مٹا کے دہر میں گمنام کر گئے

ہم لے کر آئے تجھ کو سر بزم عاشقاں
وہ کوہ کن نہ کر سکا جو کام کر گئے

سیماب کو قرار نہ تھا کائنات میں
تم ہی تھے اس کو بندہ بے دام کر گئے

(کہروڑ پکا)

ہم نے بھی محبت کی تھی کبھی ہم نے بھی کسی کو چاہا تھا
یہ رنگ جو تم نے دیکھے ہیں یہ رنگ اسی کردار کے ہیں

محبوب بنایا ہے تجھ کو ورنہ کوئی ایسی بات نہ تھی
یہ حسن جوانی کے شعلے سب رنگ مرے افکار کے ہیں

آئے تھے جہاں میں لوگ بہت کچھ کر بھی گئے کچھ لے بھی گئے
اپنی ہی بھول نرالی تھی ہم بیٹھے سب کچھ ہار کے ہیں

ہوئے اکثر لوگ فدا جن پر روشن چہرے موٹی آنکھیں
نہیں اس کے حسن کا یہ جلوہ یہ بندے اس دربار کے ہیں

ہم اس کے وصل کے طالب ہیں وہ ہم سے بچھڑ کے راضی ہے
ہم اس کی رضا میں راضی ہیں ہم خادم اس سرکار کے ہیں

ہم آبادی کو چھوڑ چکے ہم ویرانوں میں آ بیٹھے
جو اس کی یاد بھلاتے ہیں وہ جھگڑے سب گھربار کے ہیں

ہم سانسیں گنتے رہتے ہیں ہر سانس میں اس کی خوشبو ہے
یوں جیسے موتی چنتے ہوں یہ موتی اس دربار کے ہیں

ہم دل کو سنبھالے پھرتے ہیں یہ ان سے ملا کرتا تھا کبھی
کئی رنگ ہیں اس کی خاک میں بھی یہ بقیہ ان آثار کے ہیں

سیماب تو کھویا ہے اس میں اس رخ کو دیکھ چکا ہے وہ
اب اس کو روک نہ پاؤ گے یہ فتوے سب بیکار کے ہیں

جو ہم نے چھپا کر رکھی تھی اس بات کے چرچے عام ہوئے
جو چوری چوری ہوتی تھی ملاقات کے حیلے خام ہوئے

یہ سوچ بھی سکتا تھا کوئی تم چھوڑ کے یوں چل دو گے کبھی
اس بار کی پھیکی پھیکی سی برسات کے گل بے نام ہوئے

یہ وصل جدائی کے قصے حالات کا حصہ ہوتے ہیں
یوں رشتہ توڑ کے چل دینا رشتے اس سے بدنام ہوئے

کبھی دوستی تھی' ملاقات بھی تھی اک بہت ہی پیارا رشتہ تھا
رہی اب تو نہیں کوئی دشمنی بھی یہ بہت پرانے نام ہوئے

ہم کتنی باتیں کرتے ہیں جب خواب میں آپ آجاتے ہیں
بس آپ کو واپس لانے میں سیماب جی ہم ناکام ہوئے

(ملتان چھاؤنی)

پہلو میں بہت ہنگامہ تھا دل میں اک دنیا بستی تھی
کوئی چہرہ تھا' اک سورج تھا یہ اس سورج کی بستی تھی

وہ نکلا' بڑھتا چلا گیا وہ سر پر چمکا کرتا تھا
روشن ذرے' روشن لمحے' ہر آن اسی کا چرچا تھا

وہ بادل خوب بناتا تھا وہ بارش بھی برساتا تھا
وہ گوشے گوشے میں دل کے الفت کے پھول کھلاتا تھا

جھولے بھی پڑے تھے باغوں میں ہمجولیاں شور مچاتی تھیں
وہ دل دنیا کے ہر گوشے سے عید ملن کو آتی تھیں

یاں شب کا کوئی امکان نہ تھا' یاں تاریکی کا نام نہ تھا
ہاں وصل کا موسم ابدی تھا کوئی لمحہ ناکام نہ تھا

ہاں خوشیاں رقصاں پھرتی تھیں' ہاں نغمے گونجا کرتے تھے
ہاں ننھی ننھی ندیوں سے خوشیوں کے راگ ابھرتے تھے

کچھ ہم نے کیا یا لوگوں نے قسمت بدلی یا نظر لگی
اک دم سے سورج ڈوب گیا راتوں میں بدلی سحر لگی

سب آبادی خاموش ہوئی ہنگامے سارے بکھر گئے
اک فرد کا جانا حشر تھا کیا سب تانے بانے بکھر گئے

اک راکھ کا ڈھیر ہے دل لگتا بکھرا سا فسانہ لگتا ہے
سیماب نے ہے کٹیا ڈالی ورنہ ویرانہ لگتا ہے

(دوران پرواز ملتان سے کراچی جاتے ہوئے)

سنتے ہیں لوگ لائے گئے ہیں جہان میں
ہم تو تری تلاش میں دنیا میں آ گئے

اک عمر سے تھے زلف گرہ گیر کے اسیر
دیکھا تجھے تو خواب کی تعبیر پا گئے

الفاظ عام تھے مگر اک کیف ان میں تھا
تیرے لبوں پہ آئے تو تاثیر پا گئے

ہم کو تو اک جنون تھا لیکن تمہیں کہو
اہل خرد بھی کیوں در زنداں پہ آ گئے

ہم کو تمہارے غازہ رخسار کی قسم
ہم جوئے درد سے نئے گلشن سجا گئے

جن کو کیا تھا عشق نے بیگانہ خرد
اٹھے وہ دشت سے تو زمانے پہ چھا گئے

آئے تھے جو سمیٹنے خیرات حسن کی
دولت تھی دل کی پاس جو وہ بھی لٹا گئے

سیماب عاشقوں کی کہانی عجیب ہے
کھولے نہ لب جہان کو لیکن سنا گئے

(بھلوال)

اپنے شعروں میں بسانے کی جسارت کرلوں
میں تجھے تجھ سے چرانے کی جسارت کرلوں

ہے غنیمت یہ ملاقات دم خواب سہی
دل جو چاہے وہ بتانے کی جسارت کرلوں

آج کی شب نہ ملے پھر کبھی برسوں شاید
آج انہیں پاس بلانے کی جسارت کرلوں

بعد مدت کے لگا چاند قریب آیا ہے
کیا ترا نام بتانے کی جسارت کرلوں

اپنا سرمایہ فقط ایک ادھوری خواہش
کیا ترے نام لگانے کی جسارت کرلوں

دل تو الجھا ہے تری ذات میں سیماب مرا
کیا کبھی ہاتھ بڑھانے کی جسارت کرلوں

(دارالعرفان)

کرتے رہے عشاق غم دل کا مداوا
اس دل نے بھی کیا خوب ترے درد کو پالا

کرتے ہیں شب تار ترے نام سے روشن
بنتی ہے تری یاد میرے دل کا اجالا

مٹ جانا تھا ہم نے بھی غم دہر میں پس کر
کیا خوب غم عشق نے ہر آن سنبھالا

آ جاؤ گھڑی بھر تو بنا لوں گا میں تصویر
دھندلانے لگا دیکھ تری یاد کا ہالا

اس روز تجھے یاد ہے ویرانے میں ہم نے
کچھ دیر تو ہر درد کو کیا خوب تھا ٹالا

چنتے ہی رہے پاؤں سے ہم خار برابر
کس رہ پہ ترے عشق نے سیماب ہے ڈالا

(ابو ظہبی)

دے سکا شہر نہ شب بھر کا ٹھکانہ جن کو
تھے وہی لوگ تیرے ناز اٹھانے والے

پھر کہاں پائے گا تو میری طرح کا طالب
یہ بھی سوچا ہے کبھی روٹھ کے جانے والے

ہم نے خود اپنے لہو سے تھا سجایا گلشن
تھے ہمیں دار و سن کو بھی سجانے والے

جانے کیا بات ہے سب لوگ بدل جاتے ہیں
جو بھی دیکھے ہیں تیری بزم سے جانے والے

خود سمجھ جاؤ اگر بات بڑی ہے یہ بھی
راز الفت کا نہ سمجھیں گے زمانے والے

خود ہی اوروں کے ہوئے شومئی قسمت دیکھو
وہ جو ہم کو تھے کبھی اپنا بنانے والے

میری آنکھوں کو ہی محروم نظارہ رکھا
اس میں کیا راز تھا آنکھوں کے بنانے والے

وہ تہہ خاک بھی آرام سے کب سوئیں گے
تھے تیرے عشق میں سینے کو جلانے والے

تیرے چہرے پہ دم مرگ یہ لکھا ہو گا
قصہ درد زمانے کو سنانے والے

فکر فردا کے اسیر ایک تمہی تھے سیماب
جان پر کھیل گئے جان سے جانے والے

(دبئی)

کون ڈھونڈے گا ترے دکھ کا علاج
اے دل ناداں تڑپنا چھوڑ دے

ان سے کب چھوٹے کی خوئے دلبری
تو ہی راہ و رسم رکھنا چھوڑ دے

تو نے کھوئے رنگ باراں بے شمار
اب تو یہ دستور اپنا چھوڑ دے

جس نے بخشی ہیں تجھے ویرانیاں
تو بھی اس کو یاد رکھنا چھوڑ دے

چھوڑ بھی دے قصہ ہائے عشق کو
جو کیا تھا عہد اپنا توڑ دے

مل سکے شاید تجھے دم بھر قرار
خاک مردہ کو پرکھنا چھوڑ دے

اپنی بربادی کے یوں ساماں نہ کر
بیتے لمحوں میں بھٹکنا چھوڑ دے

حسن فطرت چار سو ہے خیمہ زن
دیکھ اس کی راہیں بکنا چھوڑ دے

ہیں جہاں میں مے کدے' ساقی بھی ہیں
کاش تو پیمانہ اپنا توڑ دے

تو بدل رخ گردش ایام کا
خود کو اس میں قید رکھنا چھوڑ دے

تو بنا لے خود کو آئینہ صفت
تجھ کو کوئی تیرا اپنا توڑ دے

آئے گا سیماب تجھ کو بھی قرار
اپنے اندر آب رکھنا چھوڑ دے

(العین سے دبئی جاتے ہوئے)

ترے در پہ حاضر ہیں پھر تیرے بندے
تجھی سے مدد کے ہیں طالب خدایا

ہے شکوہ بہت سا گلہ بھی تجھی سے
اگرچہ ہے دل سے تجھے بھی بھلایا

جو پیغام تیرا ملا ہم کو یا رب
اسے چوم کر آنکھ سے تو لگایا

تلاوت بھی کرتے ہیں پڑھتے ہیں شب کو
ہے اس کو وظیفہ بھی ہم نے بنایا

ہے کردار اپنا مگر اس سے خالی
اسے نوک پر ہے زباں کی سجایا

لباس اور حلیہ ہے نصرانیوں کا
تمدن ہے ہندو کا اپنا بنایا

معیشت یہودی سے لے لی ہے ہم نے
سیاست میں ہے کفر نے رنگ جمایا

یہ سب کچھ ہے پھر بھی مسلمان تو ہیں
ہے ناموں میں نام محمدؐ سجایا

یہی ایک نیکی ہے دامن میں اپنے
اسی سے پڑے ہم پہ رحمت کا سایہ

دل زندہ پھر سے عطا کر دے ہم کو
پلٹ پھر سے ایمان کی اپنے کایا

بنے پھر سے علم و عمل اپنا شیوہ
خرد اپنی دولت عمل اپنی مایہ

ہو نام محمدؐ سے روشن جہاں پھر
کہ دنیا میں ہے کفر ہر سمت چھایا

دکھا پھر سے سیماب کو وہ بہاریں
صحابہؓ نے گلشن تھا جن سے سجایا

ہے رواں پھر آج تو سوئے حرم
پر دل ناداں ذرا یہ تو بتا

کون سی پونجی تیرے دامن میں ہے
تو ہے کس برتے پہ اس جا کو چلا

دعوی اسلام تیرا بے عمل
کیف سے بے گانہ ہے سجدہ تیرا

ہیں تیرے دامن پہ چھینٹے خون کے
تو نہیں لگتا کہیں سے پارسا

تیری گلیاں خون سے رنگین تر
شہر تیرا ایک اک جلتا ہوا

ظلم کی آندھی رواں گلشن میں ہے
ہر طرف پھیلے ہیں یوں جوروجفا

دین حق تھا رحمت حق کا امیں
رحمت عالم کا وہ لایا ہوا

جس کا سایہ نوع انساں کے لئے
ڈھال تھا سارے مصائب کی بنا

تھا زمانے میں امن کا وہ نقیب
ہر غریب و بے نوا کا آسرا

انوکھے فسانے

محبت کے تیری انوکھے فسانے
جسے کوئی سمجھے نہ کوئی بھی جانے

جسے تو نے چاہا تیرے پاس آئے
اسے تو جہاں سے الگ کر دکھائے

لگے چوٹ دل پر اٹھیں اس سے شعلے
وہ جس سمت جائے وہیں بیٹھ رولے

یوں برسوں لگیں دل کی نگری اجڑتے
بنے بات اس کی کہیں بنتے بنتے

کوئی کھینچتا ہے چلو اس نگر کو
کوئی کہہ رہا ہے چلے ہو کدھر کو

اسی کشمکش میں روانہ ہوئے ہم
تری مہربانی کہ چل تو پڑے ہم

مقدس زمیں پہ قدم ہم نے رکھا
حضوری کا در پہ مزہ ہم نے چکھا

مگر مرض نے آ دبوچا ہمیں پھر
تیرے در پہ سجدوں سے روکا ہمیں پھر

پڑے تھے ترے شہر میں ہم مسافر
تڑپتے تھے گلیوں میں رہتے تھے حاضر

کبھی کر کے حیلہ یا کوئی بہانہ
رکھا جاری گھر میں ترے آنا جانا

تڑپتا تھا دل اور جلتا تھا سینہ
سمایا تھا آنکھوں میں ساون مہینہ

ترے ابر رحمت کو پھر جوش آیا
ہمیں شہر اپنے نبیؐ کا دکھایا

گیا مرض دکھ بھی گئے بھول ہم کو
مدینہ لگا جیسے اک پھول ہم کو

”الوداع اے ماہ رمضاں الوداع“

الوداع اے ماہ رمضاں الوداع
رحمت و بخشش کا تو پیغام تھا

تیرے آنے سے ہوئے شیطان بند
اور دوزخ کے ہوئے زندان بند

مغفرت‘ حق کی ندا دینے لگی
غافلوں تک کو صلا دینے لگی

کھل گئے توبہ کے دروازے تمام
ہو گئی بخشش گنہ گاروں پہ عام

جو مسلماں بشریت میں قید تھے
وصف ملکوتی پھر ان کے صید تھے

جن سروں کو تھے گراں سجدے کبھی
جھک گئے مالک کے در پر وہ سبھی

تلخیاں ہونٹوں پہ جن کے تھیں سدا
ان لبوں پہ آ گیا ذکر خدا

تو ہی وہ نوری مہینہ تھا صیام!
جس میں اترا عرش سے رب کا کلام

تیری ہی برکت تھی اے ماہ تمام
ہو گئے بندے خدا سے ہم کلام

تو امیں اس ”قدر“ کی شب کا ہوا
تھا صدی کا فاصلہ جس میں چھپا

جس میں اتریں نیک روحیں بھی کبھی
ساتھ لائیں عالم ملکوت بھی

رحمتیں وہ نسبتوں کی لائیں ساتھ
گھومتی تھیں دے کے وہ ہاتھوں میں ہاتھ

کتنے دل تاریک تھے روشن ہوئے
کتنے ویرانے تھے جو گلشن ہوئے

کس قدر شامیں تیری پر نور تھیں
لذت افطار سے مخمور تھیں

تھا حضور حق نصیب عاصیاں
یاد آئے گا تراویح کا سماں

تھی سحر خیزی تیرا تحفہ عجیب
تھی ہمیں آہ سحر گاہی نصیب

تھا لبوں پہ اس طرح خالق کا نام
جیسے ہو بندہ خدا سے ہم کلام

تیری ہر ساعت نرالا نور تھی
جذب و مستی کیف سے بھرپور تھی

ہو گئی یہ بزم بھی آخر تمام
رہنے کو رہ پائے گا اللہ کا نام

یہ سبھی کچھ تھا مگر اک بات ہے
تو عطا آقا‘ کی ہے‘ سوغات ہے

اس حوالے سے بھی تو محبوب ہے
ہے میرے محبوب کی محبوب شے

جانے والے لوٹ کر تو آئے گا
کیا خبر ہم میں سے کس کو پائے گا؟

گر رہے زندہ رہے گا انتظار
مر گئے تو قبر ہو گی بے قرار

آ کے بانٹو گے جہاں میں رب کا نور
اپنی مٹی پہ بھی چند کرنیں حضور!

ہیں تہی دامن مگر اک آس ہے
نور پیغمبر کا دفتر پاس ہے

"اپنا فسانہ"

اپنا فسانہ بس اتنا تھا نام سے تیرے شروع ہوا
اپنی کہانی بس اتنی ہے ذات پہ تیری ختم ہوئی

بسنے کو تو اک عالم ہے حال میں اپنے بستا ہے
دل بستی کا باسی تو ہی تجھ سے بچھڑی ختم ہوئی

موت نے منزل آساں کر دی پی کے دیس سدھاریں گے
جس میں عمر گزاری ہم نے ہجر کہانی ختم ہوئی

دل صحرا میں چشمے پھوٹیں آپ نظر فرمائیں تو
بدلیں نظریں تو یہ جانو رت مستانی ختم ہوئی

دنیا کے دکھ بے حد جھیلے تہمت بھی، بدنامی بھی
پہنچے آپ کے در پر تو سب رام کہانی ختم ہوئی

روشنیاں سیماب سے پھوٹیں یہ سب آپ کی برکت ہے
یہ برکت جس دل میں پہنچی دنیا فانی ختم ہوئی

(منڈی بہاء الدین جلسہ کے موقع پر)

مر مر کے جی رہے ہیں وہ جب سے خزاں ہوئی
جن کو ڈسا تھا وصل کی تیرے بہار نے

قدر ان کی لازمی ہے وہ دیوانے ہیں تو کیا
آئے ہیں در پہ تیرے یہ عمریں گزارنے

کب آئے گا وہ دن کہ تم آؤ گے لوٹ کر
اب تو تھکا دیا ہے ترے انتظار نے

وہ کھو چکے ہیں در پہ ترے اپنے ہوش بھی
آئے تھے جو غریب یہاں قسمت سنوارنے

آئے بھی ہم تو جانے کا دھڑکا لگا رہا
کیا دے دیا ہے زندگی مستعار نے

تو نے بھلا دیا ہے میں ایسا نہ کر سکا
مارا ہے تیرے وعدوں ترے اعتبار نے

سیماب کیا ہوا تمہیں ہم سے تو کچھ کہو
لوٹا ہے کیا تمہیں بھی کسی نو بہار نے

(بریڈفورڈ، انگلینڈ)

موسموں کا مدار ہے دل پر
برف گرتی ہے لمحے جلتے ہیں

گر فضائیں اداس ہوں دل کی
رنگ آتش میں سب یہ ڈھلتے ہیں

درد ہجراں غضب جو ڈھاتا ہے
بن کے شعلے گلاب جلتے ہیں

دل اشارہ سا جب بھی کرتا ہے
سارے موسم اسی پہ چلتے ہیں

دل تو اکثر غریب ہوتے ہیں
چشم و ابرو پہ خود مچلتے ہیں

ان کے قدموں میں راستوں میں بھی
گرتے پڑتے ہیں اور سنبھلتے ہیں

ان کے قصے عجیب ہیں سیماب
رنگ قسمت کے یہ بدلتے ہیں

(بریڈفورڈ)

زندگی کے اداس لمحوں میں
کون ساتھی قریب ہوتا ہے

نام تیرا لبوں پہ جب آئے
دل ہی میرا رقیب ہوتا ہے

جن کی آنکھیں جمال کو ترسیں
خاک ان کا نصیب ہوتا ہے!

خود فریبی بری ہی بات سہی
اس کا چسکا عجیب ہوتا ہے

عمر گزری ہے آرزو کرتے
کب ترا در نصیب ہوتا ہے

غم سے جتنا میں دور جاتا ہوں
اس قدر ہی قریب ہوتا ہے

در کا تیرے فقیر ہے سیماب
گرچہ رسوا غریب ہوتا ہے

(بریڈفورڈ سے مانچسٹر جاتے ہوئے)

عشق خام

میری بیماری کے باعث دیکھ لے
ہو رہے ہیں چرچے ترے نام کے

اب نہیں ہوں گا کبھی پھر سے اداس
میں نہ بیٹھوں گا کبھی دل تھام کے

اب نہ اٹھنے دوں گا آہوں کا دھواں
قطریں چھلکیں گے نہ میرے جام کے

جل بجھے بے شک یہ عشق نامراد
حرف مٹ جائیں گے اس کے نام کے

یہ سبھی کچھ میں کروں گا اور تو
لے بدل اطوار صبح شام کے

میری یادوں میں چلا آتا ہے کیوں
کیا صلے ملتے ہیں ایسے کام کے

جھٹپٹے میں صبح کے ہوتا ہے تو
نقش تیرا دھندلکے میں شام کے

ہاں مگر تیرا نہیں اس میں قصور
یہ کرشمے میرے عشق خام کے

پختہ تر ہوتا تو آہیں بھرتا کیوں
شکوے کرتا گردش ایام کے

میرے بس میں بھی تو یہ سب کچھ نہیں
ہم بھی ہیں مختار تو بس نام کے

کون کیا سمجھائے گا سیماب کو
بات پہنچی ہے قریب انجام کے

(دبئی)

کہنے کو غزل کہتے پر کہہ نہ سکے کچھ بھی
کچھ کہنے کی خاطر ہی خاموش رہے اکثر

تجھ سے تو نپٹ لیتے سن اے شب ہجراں تو!
تو نام سے ان کے تھی تب ظلم سہے اکثر

روٹھے بھی تو کیا روٹھے گر مانے تو کیا مانے
شکوہ نہ کیا کچھ بھی ہم مان گئے اکثر

یہ راہ محبت ہے مشکل ہے گزر جانا
کچھ لوگ تھے دیوانے اس رہ سے گئے اکثر

تھی بات نہاں دل میں جرات نہ تھی کہنے کی
خاموش تھے لب اپنے وہ جان گئے اکثر

سیماب سمجھتے ہیں وہ خود کو چھپا لیں گے
تھے جن سے گریزاں وہ ان ہی سے ملے اکثر

(منارہ)

حکایت دل

ہم نے غزل لکھی ہے تو یہ کس نے کہہ دیا
یہ تو فقط حکایت دل کہہ رہے تھے ہم

ان کو نہ پہنچی حال کے اپنے خبر تلک
جن کیلئے حیات کے دکھ سہہ رہے تھے ہمؔ

لوٹا ہے جس نے دل کا نگر جانے اس سے کیوں
لٹنے کی ساری داستاں پھر کہہ رہے تھے ہم

کیسے کٹی ہے رات بھلا کب سحر ہوئی؟
دھارے میں تیری یاد کی بس بہہ رہے تھے ہم

مقصد تھا اپنے حال کی ان کو خبر کریں
یوں دیکھنے میں دوسروں کی کہہ رہے تھے ہم

سیماب وہ ملیں گے نہ اب تم سے پھر کبھی
مانی نہ تم نے بات کہ جو کہہ رہے تھے ہم

(دارالعرفان)

تیرا کرم بھی تیرا کرم ہے میری طلب بھی بڑھتی جائے
جس نے درد دیا ہے دل کو کاش وہ اس کو اور بڑھائے

ارماں میرے دل کے باسی ایک طرح سے گھر ہے ان کا
پر میں چاہوں اب کے دل میں کوئی ارماں رہ نہ جائے

وہ جو گیا تو یاد کو اپنی دل میں ہمارے چھوڑ گیا
کاش ہو طاقت یاد میں ایسی یاد ہی اس کو واپس لائے

دل کا رشتہ آنکھ سے ایسا پھول کھلیں جب یادوں کے
ٹوٹ کے برسیں آنکھیں میری دل دھرتی گلشن ہو جائے

میری ہستی خاک برابر پیاس مری صحرا سے بڑھ کر
کیسے بات بنے گی آکر کاش کوئی مجھ کو سمجھائے

یوں تو دل کے لاکھوں روزن ہر روزن میں دیپک روشن
لیکن سب کی روشنی مل کر تیرے نام کے حرف بنائے

آؤ چلیں سیماب یہاں سے خود کو کھودیں بن میں جا کر
شاید اپنا کھو جانا ہی ان کو اپنی یاد دلائے

(دارالعرفان)

دل کا اب کچھ حال عجب ہے خوش ہے یا بیزار ہے یہ
اس کو کب سمجھے گا کوئی گویا اب بیکار ہے یہ

ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب یہ خوب نکھرتا تھا
یہ خوشیوں کی رنگت لے کر نام میں اپنے بھرتا تھا

خوش ہو جاتا دیکھ کے ان کو پھول خوشی کے کھلتے تھے
جذب کیا کرتا تھا لمحے جب ہم دونوں ملتے تھے

ہجر وصال کی سب کیفیت خوب یہ جانا کرتا تھا
ہجر کے کچھ لمحات بھی ہوتے ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا

جرات و ہمت کا پیکر تھا نام پہ ان کے مرتا تھا
میں تقدیر سے لڑ جاؤں گا ایسی باتیں کرتا تھا

ان سے بچھڑ کے زندہ رہنا یہ نہیں مانا کرتا تھا
ذات اپنی کے ساتھ ہمیشہ ان کو جانا کرتا تھا

وہ دن بھی کیا عجب تھے یارو کتنی جلدی بیت گئے
ہار گئیں جب وصل کی گھڑیاں ہجر زمانے جیت گئے

لیکن یہ تڑپا کرتا تھا آنکھ سے آنسو بہتے تھے
آنے جانے والوں سے ہم ان کی باتیں کہتے تھے

ہم لکھتے تھے' قاصد اپنے خط بھی لے کر جاتا تھا
بات درست ہے یہ بھی قاصد خالی لوٹ کے آتا تھا

یہ حسن بھلا خاک فقیروں کے یہاں ہے
گر ہے تو فقط آپ کا یہ حسن نظر ہے

ہم خود کو کبھی دل میں کوئی جا نہیں دیتے!
سینے میں ہمارے تو مگر آپ کا گھر ہے

تو پیار کرے یا ہو خفا در پہ کھڑا ہوں
گر تیرے سوا اور کوئی ہے تو کدھر ہے؟

ہے دل کہ گراں ہاتھ نہیں مال سے آتا؟
ارزاں ہے مگر اس کا ثمر ایک نظر ہے

سیماب کو دیکھا ہے ترے کوچے میں اکثر
مجنوں ہے یہ لیکن اسے تیری بھی خبر ہے

(دارالعرفان)

اے دِلِ ناداں سنبھل خود کو بچا
الفتوں کے کھیل میں رکھا ہے کیا

رت جگے، بے چینیاں، رسوائیاں
عشق میں ان کے سوا ملتا ہے کیا؟

ہے بجا خواہش تری ! پر جان لے
لوگ اپنے عہد کے ہیں بے وفا

چل نہ پائیں گے قدم دو چار بھی
وہ بدل جائیں گے اپنا راستہ

آنکھ میں آنسو جگر میں داغ سا
دل سے آہوں کا دھواں اٹھتا ہوا

حال پر تیرے وہ شاید یوں کہیں
ہم نے جب دیکھا تو یہ پاگل ہی تھا

بات سچ ہے آپ کی اک ایک حرف
پر کروں اپنا یا قسمت کا گلہ

میں نے کب چاہا تھا میں ایسا کروں
کیا خبر مجھ کو یہ کیسے ہو گیا

سوچ کر کرتا ہے کوئی عشق بھی
کوئی چنتا ہے بھلا محبوب کیا

یہ تو ہو جاتا ہے بن دیکھے سنے
اس لئے کہتے ہیں اس کو حادثہ

ورنہ یہ سیماب سب ہیں جانتے
عاشقوں سے دہر نے کیا کچھ کیا

(دارالعرفان)

کٹ رہی ہے زندگی تیرے بغیر
ہاں مگر جیسے ہو مفلس کی قبا

ٹوٹی پھوٹی سی شکستہ جھونپڑی
ٹمٹماتا یاد کا تیری دیا

ان بدلتے موسموں کا حسن بھی
دل کی دنیا کے لئے بے کار تھا

قطرہ باراں ہو جیسے اک شرر
ابر تجھ بن آگ برساتا ہوا

ہیں فضائیں تلخ اور بے کیف سی
حسن فطرت لطف سے خالی ہوا

روشنی دن کی بھی دھندلانے لگی
جیسے سناٹا ہو سر پر رات کا

چاند کے چہرے پہ زردی موت کی
رنگ، جوبن اس سے بھی رخصت ہوا

دیکھ لے اک تیرے جانے کے سبب
زندگی کا رنگ پھیکا پڑ گیا

آ کبھی، میرے لئے بیشک نہ آ
ہاں نظامِ دہر کی خاطر تو آ

جھونپڑی بن جائے پھر میرا محل
چاند سا بن جائے یہ ننھا دیا

پھر بدلتی رت بھی ہو جائے جواں
ابر میں آئے نظر رنگ حنا

حسن فطرت پھر سے بھڑکانے لگے
شعلہ الفت کو یوں دے کر ہوا

چاند، سورج، روشنی، بادل، ہوا
دیکھتے ہیں اب بھی تیرا راستہ

میری جان

یوں ضد نہ کرو سمجھا کرو بات مری جاں
ملنا ہی نہیں ہوتا ملاقات مری جاں

ہو جائے گا یوں ہجر کا دن اور بھی مشکل
مت یاد کرو وصل کی وہ رات مری جاں

دہراؤ نہیں گزری ہوئی شب کے فسانے
کہنے کی نہیں ہوتی ہے ہر بات مری جاں

چھائے رہیں بادل بھی، رہے خشک زمیں بھی
گزری ہے کبھی یوں بھی تو برسات مری جاں

بدلے ہے زمانے کا کئی بار وطیرہ
بدلے نہ کبھی اپنے ہی حالات مری جاں

اک بار تو آؤ کہ دل زار ہے بے تاب
کیا اپنی نہیں اتنی بھی اوقات مری جاں

کہتے ہیں کہ بھولی ہے تجھے پہلی ملاقات
لگتی ہی نہیں دل کو مگر بات مری جاں

جی بھر کے مجھے بات تو کر لینے دو آخر
کٹ جائے نہ پہلے کی طرح رات مری جاں

کیا ہم کو فقیران سے، جنہیں ہم سے نہیں کچھ
سنتے جو نہیں ان سے کریں بات مری جاں

اور ہی کچھ تھا

ہم خود کو خطا کار سمجھ بیٹھے تھے لیکن
رنجش کا مگر ان کی سبب اور ہی کچھ تھا

مانگا تو بہت کچھ تھا مگر ہاتھ نہ پھیلے
اس سب کا وہ اندازِ طلب اور ہی کچھ تھا

کرتے تھے دوا دل کی مگر جانتے تھے ہم
دِل ڈوب رہا تھا کہ سبب اور ہی کچھ تھا

دیوانہ تھا وہ ہم سے ملا کرتا تھا لیکن
دیکھا جو اسے ہوش میں سب اور ہی کچھ تھا

وعدوں پہ ترے جینا بھی آساں تو نہیں تھا
مر مر کے یوں جینے کا سبب اور ہی کچھ تھا

کچھ اور ہی تھا کیف، ہوئے جس پہ فدا ہم
جو دل پہ ہوا میرے غضب اور ہی کچھ تھا

ہم اور بھلا سنتے یوں اغیار کے طعنے
اس زہر کے پینے کا سبب اور ہی کچھ تھا

سیماب محبت کے فسانے ہیں انوکھے
اب اور ہی کچھ ہے وہی تب اور ہی کچھ تھا

مت دہراؤ گزری باتیں جو بھی گزرا گزر گیا
ابر کرم تھا ٹوٹ کے برسا یہ بھی لاوا گزر گیا

ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب وہ تڑپا کرتے تھے
اب وہ یادیں تڑپاتی ہیں پر وہ زمانہ گزر گیا

ان کو دیکھے عرصہ گزرا ملنے کی تو بات نہ کر
ہاں وہ آیا کرتے تھے پر آنا جانا گزر گیا

وہ شکوے، وہ پیار محبت، دوستیاں بھی، رنجش بھی
چرکہ سا وہ دل میں لگتا تیر نشانہ گزر گیا

اب تو دھندلی دھندلی یادیں یادیں ملنے جلنے کی
اور وہ شام سحر کا ملنا ایک زمانہ گزر گیا

آتے جاتے رہیں گے موسم، رت برسات بھی آئے گی
بھیگی راتوں کا آ جانا اب وہ آنا گزر گیا

کہتا تھا اک پھول کلی سے تم خوش قسمت لگتی ہو
ہم نے تو کھل کر دیکھا تھا آس زمانہ گزر گیا

بیماری کے عذر بہانے وہ آ جایا کرتے تھے
کر بیٹھے ہیں سارے حیلے پر وہ زمانہ گزر گیا

اب تو ہم ہی گزر چلے ہیں شاید اب وہ آ جائیں
جو باعث تھا بدنامی کا وہ دیوانہ گزر گیا

کھو گئے ہم تو سنتے سنتے دیکھ رہی تھیں دل کی آنکھیں
بزم میں وہ جھنجھوڑ کے بولے لو وہ فسانہ گزر گیا

چھوڑو جی سیماب کی باتیں اب منزل کی بات کرو
جس کٹیا میں وہ رہتے تھے وہ ویرانہ گزر گیا

نقدِ جاں

نقدِ جاں ہے فقط تری خاطر
دوسروں سے ادھار کرتے ہیں

برا مان گئے

شیشے میں کاش انہیں ڈھب سے اتارا ہوتا
شیشہ ہم نے جو دکھایا تو برا مان گئے

تھے الیکشن تو سر عام ملا کرتے تھے
بعد اس کے جو بلایا تو برا مان گئے

اپنی تعریف پہ کھل اٹھتا ہے چہرہ ان کا
حال شہروں کا سنایا تو برا مان گئے

قومی سرمائے پہ وہ عیش کیا کرتے ہیں
قوم کا حشر دکھایا تو برا مان گئے

پھانسی اپنوں کو ہوئی ہے تو کہیں ان کو شہید
لاشہ مفلس کا دکھایا تو برا مان گئے

ان کی کوٹھی پہ چراغاں کا سماں رہتا ہے
لوڈ شیڈنگ کا بتایا تو برا مان گئے

چارہ گھوڑوں کا بھی امپورٹ کیا کرتے ہیں
چہرہ غربت کا دکھایا تو برا مان گئے

منہ خزانے کا وہ اپنوں پہ کھلا رکھتے ہیں
نام سیماب کا آیا تو برا مان گئے

(دار العرفان)

"ملے جلے حالات"

ملے جلے حالات ہیں اپنے ملی جلی ہر بات
ہم گانا ہی گاتے رہ گئے کھیل میں ہو گئی مات

ووٹوں میں بھی اپنے لوگو! ہوتا ہے ہر بار
جو بھی سوچے سیدھی باتیں ملے اسی کو ہار

رب نے تھا یہ دیس دیا تو وہ ہی چلائے اس کو
ہم کو چند ہی سال ملے ہیں ہم گائیں گے ڈسکو

کس کا نور اور کیسی نیکی اس کی کمی کہاں
اپنے پاس تو نور ہی نور ہے نام ہے نور جہاں

بات شرافت کی کرتے ہو رکھ لو نام شریف
پھر ہو بابرہ یا کوئی حاکم سب کے کام شریف

ہے انصاف کا روشن پہلو منصف ملیں ہزار
منڈی کا ہے مال یہ سارا خرچ درہم دینار

امن سے رہنا چاہتے ہو گر کر لو اسے قبول
دور کلاشنکوف کا ہے یہ باقی بات فضول

ہو جائیں گے دور دلدر لیا الیکشن جیت
بہت ملے گا کھانے کو بھی پیٹ رہے گا ٹھیک

اس دنیا میں رہنے کو سیماب یہ سب ہے کافی
ختم شریف اگر پڑھوائیں تو مل جائے معافی

(دار العرفان)

اے فریب حسن یہ کیا کم کرشمہ تھا ترا
دال تھی وہ جس کو ہم ترکاریاں سمجھا کئے

دوش پر اپنے سجائے پھول کچھ انگریز نے
تھی غلامی جس کو ہم سرداریاں سمجھا کئے

مفت میں پیسے گنواتے گولیاں کھاتے رہے
عشق کا صدمہ تھا ہم بیماریاں سمجھا کئے

کچھ نہ سمجھے بات ساری سر کے اوپر سے گئی
گالیاں پڑتی تھیں ہم گلکاریاں سمجھا کئے

بعد مدت وصل کی شب ہم پہ یہ عقدہ کھلا
عشق کے زینے تھے وہ ہم خواریاں سمجھا کئے

بھر دیا بارود سب میں آج کی تہذیب نے
تھے پٹاخے جن کو ہم سب ناریاں سمجھا کئے

کیا عجب بندے تھے اپنے حضرت سیماب بھی
جھوٹ کو ان کے بھی وہ دلداریاں سمجھا کئے

آ اسے یاد کریں' اس کی جفا یاد کریں
دل کو پائیں تو کبھی روح کو برباد کریں

دل کی بستی کے اجڑنے کی حکایت کب تک
جس نے لوٹا ہے اسے دل ہی میں آباد کریں

دل کی مرضی ہے اسے اور جلایا جائے
عقل کہتی ہے نہ کیوں جلنے پہ فریاد کریں

ہے خبر شہر کے دیوانے ہیں جمع سارے
پھر تمنا ہے انہیں اپنا کیا یاد کریں

دل کہ ہم سے تو گیا رہ گیا ان کا ہو کر
کشمکش ہے کہ کریں داد کہ بے داد کریں

وہ جو روٹھے تو گیا روٹھ زمانہ ہم سے
اب منانے کو کوئی حرف دعا یاد کریں

لوگ کہتے ہیں کہ سیماب بہت اچھا ہے
دل تڑپتا ہے کہ جو مجھ سے کیا یاد کریں

(بریڈ فورڈ)

اساسِ زندگی

اپنے محبوب کی الفت کا تقاضا یہ ہے
بزمِ دنیا میں بیاں اس کی حکایات کروں

”رازداں ہر حال کا“

دوست دیکھے ہیں جہاں میں بے شمار
ہاں مگر ہر دوست ہے اک حال کا

کوئی ساتھی قوت و طاقت کا ہے
ہے کوئی دولت کا کوئی مال ہے

کوئی رنگ و روپ میں الجھا ہوا
دوست ہے قامت کا، حسن حال کا

ہے کسی کو اپنی شہرت سے بھی پیار
کوئی قیدی گفتگو کے جال کا

اے غم جاناں ترے قربان میں
تو ہے ساتھی اپنے ہر اک حال کا

عمر کا ساتھی سفر کا دوست ہے
تیرا میرا رشتہ پر اور بال کا

حال میں اچھے برے کو دیکھ لو
ساتھ ہے تو جیسے تل ہو گال کا

زندگی کام آ گئی اپنی فقیر
پا لیا اک رازداں ہر حال کا

(مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے)

عشقِ خام

میری بیماری کے باعث دیکھ لے
ہو رہے ہیں چرچے تیرے نام کے

اب نہ ہوں گا میں کبھی پھر سے اداس
میں نہ بیٹھوں گا کبھی دل تھام کے

اب نہ اٹھنے دوں گا آہوں کا دھواں
قطرے چھلکیں گے نہ میرے جام کے

جل بجھے بے شک نہ عشق نامراد
حرف مٹ جائیں گے اس کے نام کے

یہ 'سبھی کچھ میں کروں گا' تو فقط
کچھ بدل اطوار صبح و شام کے

میری یادوں میں چلا آتا ہے کیوں
کیا صلے ملتے ہیں ایسے کام کے

جھٹپٹے میں صبح کے ہوتا ہے تو
نقش تیرا دھندلکے میں شام کے

ہاں مگر تیرا نہیں اس میں قصور
ہیں کرشمے میرے عشقِ خام کے

پختہ تر ہوتا تو بھرتا آہ کیوں
شکوے کرتا گردش ایام کے

میرے بس میں بھی تو یہ سب کچھ نہیں
ہم بھی ہیں مختار بس اک نام کے

کوئی کیا سمجھائے گا سیماب کو
بات پہنچی ہے قریب انجام کے

(13 اپریل 1996ء دوبئی)

اٹھو نوجوانو!

اٹھو نوجوانو! زمیں کو ہلا دو
ہر اک دِل کے اندر مدینہ بسا دو

اٹھی ہیں گھٹائیں یہ تاریکیوں کی
تمہی ذکر باری کا سورج چڑھا دو

غلامی محمدؐ کی اپناؤ پھر سے
بتوں کی خدائی کو جگ سے مٹا دو

بڑوں کی نگاہوں پہ لالچ کے پردے
اٹھو چھین کے سارے پردے ہٹا دو

ہے سودی معیشت' یہودی سیاست
ہنسودی رسومات کو اب جلا دو

یہاں ہو گی اب دین کی بادشاہی
فضائے وطن کو یہ مژدہ سنا دو

اٹھو نعرہ حق کو پھر لے کے اٹھو!
حکومت کے محلوں میں ہلچل مچا دو

سپاہی ہو دیں کے تو میداں میں آؤ
فقیر اب زمانے کو کر کے دکھاؤ

(یکم فروری 1997ء مرید کے سٹیج پر)

اپنے بس میں نہیں ہے کچھ بھی تو
اپنی ہستی فریب ہو جیسے

چلتے چلتے ٹھہر گئی ہے بات
اس سے آگے نشیب ہو جیسے

بات ملنے کی خواب لگتی ہے
خواب بھی دلفریب ہو جیسے

اب یادیں لگی ہیں دھندلانے
بہتی جاتی ہیں دیگ ہو جیسے

دل نگر میں بسے ہو تم سیماب
دل کو حاصل شکیب ہو جیسے

(10 جولائی 1997ء دار العرفان)

دل بیلا

دل بیلے میں کتنی ہیریں بیٹھی کریں سنگھار
کتنے راگ الاپے مرلی' رانجھے کئی ہزار

یہاں پنوں بچھڑیں سسیوں سے اور' سوہنی سے مہینوال
کیدو کے کردار بھی ہیں جو چلیں انوکھی چال

صحرا صحرا' بستی بستی لیلیٰ کے رہوار
مجنوں دوڑیں ان راہوں میں کھویا ان کا پیار

کبھی تو بدلے گی رت اس کی ہو گا دل آباد
کبھی تو وصل کی بات چلے گی رانجھے' ہیریں شاد

سسی سے آباد ہے صحرا' سوہنی سے دریا
لہروں میں مہینوال کا رنگ ہے پنوں شاد ہوا

لیلیٰ کے محمل سے پھوٹیں کرنیں کئی ہزار
مجنوں دیکھے ان راہوں پر برسے نور پھوہار

یہ سب فانی بندے رب کے لیکن کریں کمال
موت کو سب نے گلے لگایا موت ہوئی بے حال

بھول گیا جگ موت کو ان کی ان کو رکھا یاد
ہر عاشق کے دل میں اب تک بیلے ہیں آباد

دیکھے ہیں سیماب کے دل میں ایسے لاکھوں کھیل
پل پل ہجر وچھوڑا کاٹے ہوں یاروں کے میل

(7 اپریل 1997ء ڈیرہ غازی خاں سے واپسی پر)

کچھ حسن بھلا خاک فقیروں کے یہاں ہے
گر ہے تو فقط آپ کا یہ حسن نظر ہے

ہم خود کو کبھی دل میں کوئی جا نہیں دیتے
سینے میں ہمارے تو مگر آپ کا گھر ہے

تو پیار کرے یا ہو خفا در پہ کھڑا ہوں
گر تیرے سوا اور کوئی ہے تو کدھر ہے

ہے دل کہ گراں ہاتھ نہیں مال سے آتا
ارزاں ہے مگر اس کا ثمر ایک نظر ہے

سیماب کو دیکھا ہے ترے کوچے میں اکثر
مجنوں ہے مگر اس کو فقط تیری خبر ہے

(4جون 1996ء دارالعرفان)

عمر ساری ہار دی جن کے لئے
پوچھتے ہیں کس لئے ہو بے قرار

اب تو آنکھیں موند لیں تھک سے گئے
لوٹ کر آئے گی جانے کب بہار

مت سنو' افسانہ غم مت سنو
دل سے مجھ کو دیکھ تو لو ایک بار

اپنے سینے میں جگہ دی تھی کبھی
لوٹ کر وہ لے گئے دل کا قرار

وہ تو گل تھا' جانے ہم کو کیا ہوا؟
تھی قبائے حسن اس کی تار تار

شمع جلتی ہے تو ہیں آنسو رواں
خاطر پروانہ کیوں ہے دلفگار

چوٹ گر پڑتی ہے آہن پر کبھی
لوٹ کر ہوتا ہے آہن گر پہ وار

ہم ہیں مثل تیغ ان کے ہاتھ میں
گر بلائیں تو جگر کاٹیں ہزار

کیا خبر فاتح ہے سیماب کون؟
ہم تو دم توڑیں گے زیر پائے یار

(26 دسمبر 1997ء لاہور سے کراچی جاتے ہوئے)

ضرب کلیمی

اب یہاں ضرب کلیمی چاہیے
تیشہ فرہاد کی حاجت نہیں

جب تلک بدلو نہ خود حالات کو
وہ بدل دے' اس کی یہ عادت نہیں

پھر سے اب تیغ و سناں کی بات کر
اب رباب و چنگ میں طاقت نہیں

پھر احد کو ہے تمہارا انتظار
بھاگنا اس سے تری عادت نہیں

راہ میں تیری ہے پھر کرب و بلا
مشورہ لینے کی اب حاجت نہیں

ہے سکوں اپنا تو زہر آب تیغ
قصر میں آقاؤں کے راحت نہیں

اب وطن پر ہو گا رائج دین حق
ظلم کو جینے کی یاں فرصت نہیں

ملک پر نافذ ہو دیں' ہے آرزو
اب فقیر اس کے سوا حاجت نہیں

(28 دسمبر 1996ء کوئٹہ)

ذات میری ہے پر لگے ایسا
عکس تیرا ہی اس پہ چھایا ہے

آئینے میں بھی تو نظر آئے
رنگ موسم میں تیرا آیا ہے

حسن تیرا جہان آب و گل
گل نے تیرا جمال پایا ہے

دل کی دھڑکن میں نام ہے تیرا
میری رگ رگ میں تو سمایا ہے

تیرے چہرے کا بھولپن ایسا
جیسے جنت سے اٹھ کے آیا ہے

دل میں تیرا طواف کرتا ہے
جیسے حاجی حرم میں آیا ہے

ہر طرف برسیں چاند کی کرنیں
حسن تیرا فضا پہ چھایا ہے

ہجر کے ایک ایک لمحے نے
رنگ یادوں کا تیری پایا ہے

ہم بھی مل پائیں گے کبھی تجھ سے
اک تصور سا دل میں آیا ہے

میرے شعروں میں روپ ہے تیرا
ورنہ تو کب کہیں سمایا ہے

تم بھی کیسے فقیر ہو سیماب
دل نگر میں کسے بسایا ہے؟

(31دسمبر1996ء دارالعرفان)

رہنما مقصود ہے' قاتل نہیں

زندگی کے خواب میں زندہ ہیں ہجر
اپنے ہونے کا یقیں حاصل نہیں

ہر طرف لہریں' بھنور گرداب ہیں
گر نہیں تو منظر ساحل نہیں

آرزوئے وصل میں تڑپا کیے
اپنے پہلو میں تو ایسا دل نہیں

رخ بدل دو بادبانوں کا یہاں
یہ سفر تو جانب منزل نہیں

اب کوئی مرد قلندر کر تلاش
رہنما مقصود ہے' قاتل نہیں

دل اجاڑے ہیں انہوں نے اے فقیر
توڑ دو سب کچھ مگر اک دل نہیں

(یکم فروری 1997ء لاہور)

تو نے جانے ہی کی ٹھانی ہے اگر
کون روکے گا تجھے اے جانِ جاں؟

جب جہاں چاہے چلا جاتا ہے تو
کچھ بتا ہم کو بھی ہم جائیں کہاں؟

تیرے طالب دو جہاں میں ہر طرف
کاش ہو اپنا بھی کوئی رازداں

سب ستارے منتظر ہیں فجر کے
خود بخود مٹ جائے گا ان کا جہاں

کار دنیا کس قدر آباد ہے
تیرے طالب کھو گئے جانے کہاں؟

سارے عالم سے الگ بستے ہیں وہ
تیری خاطر چھوڑ بیٹھے دو جہاں

وہ جو اپنی ذات سے بیگانہ ہیں
کوئی ان کو ڈھونڈنے جائے کہاں؟

عشق و مستی جیسے سب افسانہ ہے
پالیا جس نے وہ کیوں کھولے زباں؟

کاش پاؤں راز یہ سیماب میں
وار دوں اس پر میں جذبوں کے جہاں

(15 جنوری 1997ء لاہور)

ہم غزل کو پیار بھی کرنے لگے
نام تھا ان کا غزل مرنے لگے

دل تو ان کے نام پہ لٹوا چکے
اب خرد نیلام پر دھرنے لگے

ہم نے دیکھا تک نہیں جن کو ابھی
یاد ان کو رات دن کرنے لگے

شہر جاناں میں رہے پر دکھ ہوا
ان کو بن دیکھے سفر کرنے لگے

پیار کا جذبہ ہی کیا بے باک ہے
ان کی باتیں سن کے ہم کرنے لگے

ناصحا ! ہم اس قدر بدلے نہیں
جس قدر الزام تم دھرنے لگے

کاش کوئی ان کو بھی کر دے خبر
جن کی خاطر ہم خطا کرنے لگے

ہم نے تو روکا بہت سیماب کو
شوق تھا مرنے کا پر' مرنے لگے

(6اپریل 1997ء کراچی)

بکھرے خوابوں کا اک جنگل کٹیا ہے ویرانے میں
شاید بھول کے گزرے کوئی اس رہ سے انجانے میں

آس کا روشن سورج ہمدم کب کا شفق بکھیر گیا
جانے کتنا وقت لگے گا شب کو صبح بنانے میں

قاصد بھی کیا قسمت لایا عشق سے خود محروم رہا
ان کے در پر عمر گزاری بیتی آنے جانے میں

اپنے حال سے وہ واقف ہو، ایسی تو امید نہیں
ذات اپنی تو بکھر گئی ہے عشق کے تانے بانے میں

لاکھوں سورج دل کے اندر، کتنے موسم، کتنے رنگ
اپنے اپنے رنگ بکھیریں عشق کے تانے بانے میں

دل دریا میں یاد کی لہریں کتنا شور مچاتی ہیں
ہر اک لہر کا اپنا حصہ صبر کنارے ڈھانے میں

آنکھ بچاری ٹپ ٹپ برسے، دل دھڑکے اور لرزیں ہونٹ
کس کس مشکل کو کوئی جھیلے ان کی یاد بھلانے میں

دل دنیا میں بادل گرجے، برق تپاں نے راکھ کیا
جانے کیا طوفان چھپا تھا ان سے آنکھ ملانے میں

ہے سیماب انوکھا بندہ عاشق بھی، سودائی بھی
جانے ان کو کیسے بھایا، کیا دیکھا دیوانے میں؟

(6 اپریل 1997ء کوئٹہ)

فضا میں بجلیاں سی کوندتی ہیں
محبت پر ثمر آنے لگا ہے

وہی جا ہے وہی دیوار و در ہیں
مگر اب ان سے ڈر آنے لگا ہے

کمی وحشت میں ہے لگتا ہے جیسے
قریب اب ان کا گھر آنے لگا ہے

دل سوزاں کے شعلے جل بجھے ہیں
جدائی میں بھی صبر آنے لگا ہے

ستارو! ڈوب جاؤ آج کی شب
کوئی بار دگر آنے لگا ہے

منڈیروں پر کبھی بیٹھا تھا کوا
مرے ہاں تو قمر آنے لگا ہے

انہیں غصہ نہیں آتا کسی پر
مگر سیماب پر آنے لگا ہے

(2 مئی 1997ء)

ہم تو سو جائیں گے لیکن یاد رکھنا دوستو
تم ہماری یاد میں جاگا کرو گے رات بھر

عہد بے فکری میں بیشک آنکھ کھلتی ہی نہیں
لگ گئی جب آنکھ تو جاگا کرو گے رات بھر

بے مروت بن کے مت پوچھو یہ ہے کس کی گلی
پڑ گئی جب چوٹ تو جاگا کرو گے رات بھر

دل لگی سمجھے ہو اپنے حال کو، سمجھا کرو
جب لگی دل کی تمہیں جاگا کرو گے رات بھر

ہن پئے مدہوش ہیں جلتا ہے تن، بہتی ہے آنکھ
جانو گر اس کا سبب جاگا کرو گے رات بھر

آگ اشکوں میں بھی بہتی ہے، نہ پوچھو کس طرح
چھینٹ دامن پر پڑی جاگا کرو گے رات بھر

ان کو بھولے بھی نہیں ہیں، یاد کرتے بھی نہیں
گر پڑے اس فکر میں، جاگا کرو گے رات بھر

کون سی باتوں میں تم سیماب الجھے ہو کہیں
گر رہا یہ حال تو جاگا کرو گے رات بھر

(29 مئی 1997ء دار العرفان)

اپنے شعروں میں بسانے کی جسارت کر لوں
میں تجھے تجھ سے چرانے کی جسارت کر لوں ؟

ہے غنیمت یہ ملاقات دم خواب سہی
دِل جو چاہے وہ بتانے کی جسارت کر لوں ؟

آج کی رُت نہ ملے پھر کبھی برسوں شاید
آج انہیں پاس بلانے کی جسارت کر لوں ؟

بعد مدت کے لگا چاند قریب آیا ہے
کیا ترا نام بتانے کی جسارت کر لوں ؟

تھا مرض حیلے بہانے سے ہلانے کے لیے
صرف اک اور بہانے کی جسارت کر لوں ؟

اپنا سرمایا فقط ایک ادھوری خواہش
کیا ترے نام لگانے کی جسارت کر لوں ؟

دِل تو الجھا ہے تری ذات میں سیماب اپنا
کیا کبھی ہاتھ بڑھانے کی جسارت کر لوں ؟

(2اپریل 1996ء دارالعرفان)

جان تم پر نثار کرتے ہیں
یہ تو ہم بار بار کرتے ہیں

نقد جاں ہے فقط تری خاطر
دوسروں سے ادھار کرتے ہیں

یہ نہ بھولو کہ لوگ ظالم ہیں
یار بن کر شکار کرتے ہیں

مل کے آئے ترے رقیبوں سے
اب ترا انتظار کرتے ہیں

دل میں ایماں کا نور ہے اپنے
ہم بتوں سے بھی پیار کرتے ہیں

جانتے ہیں عجیب ہے یہ سب
ایسے لچھن ہی خوار کرتے ہیں

باڑھ پر ہے غریب کا سینہ
صدر تیتر شکار کرتے ہیں

لیکن تھی کچھ وجہ نرالی رشتہ ان سے باقی تھا
وہی تھا اپنا مے خانہ بھی، وہی پرانا ساقی تھا

یادوں میں دھندلاہٹ پھیلی دل جیسے خاموش ہوا
ہجر میں بھی مستی ہے بیشک جس سے دل مدہوش ہوا

اب تو ہم بھی خوش رہتے ہیں ہنس کے بولا کرتے ہیں
لگتا ہے ہم اک عالم کو پیار میں تولا کرتے ہیں

لیکن گر دیکھیں اندر سے دل کا کام تمام ہوا
اس کی دھڑکن، اس کا جینا سب کچھ ہی بے نام ہوا

ہیں سیماب نرالی باتیں ہم دنیا میں رہتے ہیں
خود سے ہیں بے گانہ لیکن بات سبھی کی کہتے ہیں

(ابو ظہبی)

کریں ایک سجدہ کٹے عمر ساری
اور اس پہ ہو عمر خضر بھی ہماری

نہ ہو شکر تیرا ادا پھر بھی ہم سے
ملا ہم کو وہ کچھ نبیؐ کے کرم سے

رخ پاک اپنا نبیؐ نے دکھایا
مرا ہاتھ پکڑا کسی کو تھمایا

وہ کوئی جو حاضر تھا ان کی گلی میں
وہ خادم خصوصی ہے رب کی زمیں میں

ملا ساتھ ان کا پلٹ کر بلایا
در پاک اپنا مجھے پھر دکھایا

یہ سارے بہانے کرم کے الٰہی
یہ سب کچھ ہے سمجھا سمجھ پھر نہ آئی

بظاہر وہی ہم وہی اہل دنیا
پریشان کرتے ہیں پھر سے ہمیں یاں

تھا اک سمت یہ سب تماشائے عالم
کرم تھا مگر تیرا بالائے عالم

تو ہی اہل دنیا کو ہے سب دکھاتا
کرم کے ہیں دریا تو کیسے بہاتا

کہ جس نے ہمیں تیرا رستہ دکھایا
اداؤں کا تیری ہے واقف بنایا

جواں رکھ یہ چوٹیں جو دل کھا کے آیا
دعا ہے یہی اپنی ہر دم خدایا

(بریڈفورڈ)

آج کی دنیا میں وہ بدنام ہے
جب سے تو اس کا نمائندہ ہوا

تیری تسبیح، تیرے سجدے، تیرے وعظ
ہوں گے شاید سب کے سب ہی بے ریا

تو طواف کعبہ بھی کر لے ضرور
ہے مگر میدان سے بھاگا ہوا

تو نہ روکے ظلم کو جگ سے اگر
تیرے ہونے کا بتا مقصد ہے کیا

تو سر میدان لڑتا جور سے
پھیرتا رخ گردش ایام کا

امن و الفت اور انصاف و عدل
پھر نظر آتے زمیں پر جا بجا

پھر حرم میں حاضری ہوتی تری
گونجتی لبیک کی تیری صدا

ہے مگر افسوس تیری حاضری
آج تو ہے عذر بدتر از گناہ

اس پہ تو عازم مدینے کو بھی ہے
باعث حیرت ہے تیرا حوصلہ

آ ہی گزرا ہے تو اب کے مانگ لے
قادر مطلق سے ذرہ عشق کا

جاں سپاری شہر طیبہ سے تلاش
ہے تیرے امراض کی شافی دوا

کر سکے قائم حکومت دین کی
ہے فقط سیماب کی اتنی دعا

(اسلام آباد، جدہ ایئر لائن میں)

اپنا فسانہ بس اتنا تھا نام سے تیرے شروع ہوا
اپنی کہانی بس اتنی ہے ذات پہ تیری ختم ہوئی

بسنے کو تو اک عالم ہے حال میں اپنے بستا ہے
دل بستی کا باسی تو ہے تجھ سے بچھڑی ختم ہوئی

موت نے منزل آساں کر دی پی کے دیس سدھاریں گے
جس میں عمر گزاری ہم نے ہجر کہانی ختم ہوئی

دل صحرا میں چشمے پھوٹیں آپ نظر فرمائیں تو
بدلیں نظریں تو یہ جانو رت مستانی ختم ہوئی

دنیا کے دکھ بے حد جھیلے تہمت بھی، بدنامی بھی
پہنچے آپ کے در پر تو سب رام کہانی ختم ہوئی

روشنیاں سیماب سے پھوٹیں یہ سب آپ کی برکت ہے
یہ برکت جس دل میں پہنچی دنیا فانی ختم ہوئی

ٹوٹ کر اشکوں کی لڑیاں جب گریں
ان کو سینے پر سجا لیتا ہوں میں

ہنس کے مِلتا بھی ہوں لوگوں سے فقیر
چھپ کے آنسو بھی بہا لیتا ہوں میں